کتاب	:	ماہ فضل و کمال
مولف	:	شاہ ابن مسعود قریشی
ناشر	:	القاسم اکادمی، ۲۸۵ - جی، ٹی روڈ، باغبان پورہ - لاہور
اشاعت	:	مئی ۱۹۹۵ء
صفحات	:	۵۰۴
قیمت	:	۱۷۵ روپے
تبصرہ نگار	:	اختر راہی ☆

فقیر والی، ضلع بہاول نگر کی ایک بستی ہے جس کی دور و نزدیک پھیلی ہوئی شہرت کا بڑا سبب مدرسہ قاسم العلوم ہے۔ اس مدرسے کی بنیاد مولانا اشرف علی تھانوی کے تربیت یافتہ اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل، درویش صفت عالم دین مولانا فضل محمد (۱۹۰۴ء - ۱۹۸۱ء) نے اگست ۱۹۳۷ء میں چک نمبر ۱۱۰ (فورٹ عباس) میں رکھی تھی جو چھ ماہ بعد فقیر والی منتقل کر دیا گیا۔ مدرسے کے روز تاسیس کے بعد مولانا فضل محمد نے اس کی تعمیرو ترقی کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا اور بلاشبہ اس میں وہ پوری طرح کامیاب ہوئے۔ بڑے شہروں کی رونق اور آمدورفت کی سہولتوں سے محروم ہونے کے باوجود مدرسہ قاسم العلوم کو لائق اساتذہ اور محنتی طلبہ میسر آئے۔ مولانا فضل محمد نے دوسرے مدارس میں رائج درس نظامی کو من و عن اپنانے کی بجائے اس میں دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق ترمیم و اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک جامع سوالنامہ مرتب کیا اور مشاہیر اہل علم و دانش سے مراسلت کی۔ اس مراسلت کی روشنی میں جو آٹھ سالہ نصاب مرتب ہوا، اس میں مولانا محمد ناظم ندوی (سابق شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ بہاول پور) کے الفاظ میں "قدیم نصاب کے تمام محاسن موجود ہیں اور اس کا اشکال مفقود ہے۔" اساتذہ کی فراہمی اور اچھے نصاب کی تشکیل کے ساتھ مولانا فضل محمد کے ذوق کتب شناسی کے نتیجے میں مدرسے میں ایک ایسا کتب خانہ فراہم ہو گیا ہے جو اساتذہ و طلبہ کی ضروریات تو پوری کرتا ہی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، کلیہ اصول الدین۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ہے، اس کے ساتھ برصغیر کی تاریخ و سیاست کے موضوعات پر داد تحقیق دینے والوں کے لیے بھی بیش بہا خزانہ ہے۔ کتب خانے میں وقیع کتابوں کے ساتھ رسائل و جرائد کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے اور اس حوالے سے مدرسہ قاسم العلوم کا کتب خانہ پاکستان کے تمام مدرسہ میں سرفہرست ہے۔

کم و بیش ۴۴ سال مدرسے کی تعمیر و ترقی میں مصروف رہنے کے بعد جب ۱۹۸۱ء میں مولانا فضل محمد کو داعی اجل کا بلاوا آیا تو ان کے ایک فیض یافتہ شاہ ابن مسعود قریشی نے ان کی زیر نظر سوانح عمری لکھنا شروع کی جو سال ڈیڑھ میں مکمل ہو گئی، مگر کل امر مرھون باو قاتھا کے مصداق مئی ۱۹۹۵ء سے پہلے شائع نہ ہو سکی۔ صاحب سوانح کی علمی و دینی شخصیت اور مولف کے ذوق ترتیب و تدوین نے "ماہ فضل و کمال" کو ایک اچھی سوانح عمری بنا دیا ہے۔ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ صاحب سوانح کے تذکرے کے لئے مختص ہے۔ دوسرا حصہ ان کے نام مشاہیر اہل علم کے مکتوبات اور خود ان کے چند مکتوبات پر مشتمل ہے۔ تیسرا حصہ مدرسہ قاسم العلوم کی مختصر تاریخ ہے۔

"ماہ فضل و کمال" کے مطالعے سے اس امر پر بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں دینی مدارس کے طلبہ کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا تھا۔ اساتذہ کا ذوق تدریس کیسا تھا؟ طلبہ کی کفالت کی کیا کیفیت تھی اور اساتذہ و طلبہ کے درمیان کیسا تعلق خاطر رہتا تھا۔ مولانا فضل محمد کو زمانہ طالب علمی میں مولانا اشرف علی تھانوی کے دامن فیض سے منسلک ہونے کا موقع ملا۔ اس سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانوی نے انہیں جو مکتوبات لکھے، گو وہ بہت مختصر ہیں بلکہ بعض یک سطری ہیں، مگر ان سے "شیخ وقت" کی منضبط زندگی، اصلاح سوچ اور تربیتی انداز کو ایک حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مولانا اعزاز علی دیوبندی اور مولانا محمد نعیم دیوبندی کے مکتوبات سے تقسیم ہند سے پہلے کی کشمکش اور بالخصوص دینی طبقے کی سوچ نمایاں ہوتی ہے۔ مولانا سید اصغر حسین دیوبندی، صاحب سوانح کے استاد ہیں۔ ان کا ایک مکتوب شاہ محمد غوث گوالیاری کی "جواہر خمسہ" کے بارے میں چشم کشا ہے۔ "جواہر خمسہ" کے بارے میں ان کی رائے ہے کہ یہ کتاب اس لیے قابل اعتبار نہیں کہ خود محمد غوث گوالیاری نے مرتب نہیں کی۔ اس کا مطالعہ ہرگز جائز نہیں۔ اس میں متعدد مقامات ایسے ہیں جو گمراہی کا باعث ہیں۔ (ص ۲۱۷)

کتاب کا سوانحی حصہ پڑھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فضل محمد کی زندگی میں ایک ایسا مرحلہ بھی آیا جب ان کے اپنے احباب کو ان سے شکایت پیدا ہوئی اور اس طرح وہ اپنے دوستوں سے دل برداشتہ ہو گئے' تاہم مولف نے اس اجمال کی تفصیل بیان کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ شاید "معاصر تاریخ" لکھنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں' وہی مولف کے آڑے آئی ہیں۔

اصلاح درس نظامی کے سلسلے میں مشاہیر کے مکتوبات بالخصوص خاصے کی چیز ہیں' ترمیم و اصلاح کے حامیوں میں جہاں مولانا اعزاز علی دیوبندی' مولانا محمد میاں مولف "علماء ہند کا شاندار ماضی"' مولانا خیر محمد جالندھری' مولانا مناظر احسن گیلانی' مولانا ابوالکلام آزاد اور مفتی سیاح الدین کاکاخیل کے مکتوبات درج کیے گئے ہیں' وہیں ترمیم و اصلاح کی مخالفت کرنے والوں میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے مولانا عبدالرحمن کامل پوری اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی مولانا فاروق احمد کے افکار شامل اشاعت ہیں۔ درس نظامی میں ترمیم و اصلاح کے سلسلے میں مولانا فاروق احمد نے پتے کی بات لکھی ہے کہ "جن کا کام ہے وہ کرتے نہیں اور جو کرنا چاہتے ہیں' ان کے بس کی بات نہیں۔ (ص ۳۷۷) ندوۃ العلماء لکھنؤ سے لے کر مولانا اشرف علی تھانوی کی کوششوں تک پر گفتگو کی گئی ہے تاہم مولانا آزاد کی سوچ کے مطابق مسئلہ نصاب ہی کا نہیں بلکہ انداز تدریس کا بھی ہے۔

"ماہ فضل و کمال" محنت اور حسن سلیقہ سے لکھی گئی ہے' تاہم کہیں کہیں مولف نے ایسی باتیں کہہ دی ہیں جن سے اتفاق مشکل ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "مسلمانوں کے لیے ہندوستان میں ایک علیحدہ مملکت کا تصور پہلے پہل انہوں نے پیش کیا جسے علامہ اقبال نے پروان چڑھایا۔ (ص ۱۸۳) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا تھانوی نے آل انڈیا مسلم لیگ سے تعاون کیا تھا' مگر انہیں برصغیر میں مسلم مملکت کے تصور کا بانی قرار دینا درست نہیں۔ اور اگر واقعی ایسا ہے تو اس مقصد کے لیے تاریخی شواہد کا سامنے آنا ضروری تھا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی (م ۱۹۸۱ء) کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "آپ کئی بار ایم۔ این۔ اے منتخب ہوئے۔ (ص ۲۹۱) حالانکہ درست بات یہ ہے کہ وہ ایک بار مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن اور ایک بار ۱۹۷۰ء میں ایم۔ این۔ اے چنے گئے تھے۔

مولانا اعزاز علی دیوبندی کے مکتوب اور اس کے تعارفی نوٹ میں شاہ محمد غوث گوالیاری کا نام "غوث علی" لکھا گیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مولانا کا سہو قلم ہے یا کاتب کی کرشمہ سازی؟

تبصرہ نگار کو کتاب میں ایک کمی محسوس ہوئی کہ جس اصلاح شدہ نصاب کی تیاری کے لیے طویل مراسلت اور غور و فکر کا عمل جاری رہا۔ یہ "اصلاح شدہ نصاب" کتاب میں درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ اسی طرح دور حاضر میں کتاب کا اشاریوں سے محروم رہنا بھی کھلتا ہے' جب کہ مولف دینی تعلیم سے بہرہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ "جدید" معیار تدوین سے ناواقف نہیں ہیں۔

"ماہ فضل و کمال" سفید کاغذ پر چھپی ہے اور خوبصورت جلد سے مزین ہے۔